# سب ٹائیٹل

# نظریۂ توحید : بطور سماجی قوّت کے

صاحبزادہ سلطان احمد علی

WWW.AFAQR.NET



جملہ حقوق

نظریۂ توحید : بطور سماجی قوّت کے

(یہ رسالہ صاحبزادہ سُلطان احمد علی سیکریٹری جنرل اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی ایک تقریب میں کی گئی فکری گفتگو کی تقلیب یعنی ٹرانسکرپشن ہے بعض ضروری مقامات پر جملوں میں روانی پیدا کرنے کے لئے معمولی تدوین کی گئی ہے)

تدوین ایم رحمت

بارِاوّل اکتوبر 2012ء

ایڈیشن اوّل

اشاعت اکتوبر 2012ء

بااہتمام

---------

WWW.AFAQR.NET

# بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ o

( یٰٓا اَیُّھَا الْمُدَّ ثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ o وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ o ) (المدثر ا:، ۲، ۳)

اس وقت ( الحمدللہ ) پوری دُنیا میں حضرت سلطان باھُوکی خانقاہ سے چل کر اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین کتاب وسنت کے عملی پیغام کو عامۃ الناس کی رہنمائی کے لیے آگے بڑھ رہی ہے تا کہ اُس تحریک کی تکمیل ہو سکے جس کی ابتدا رسالت مآب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اور وہ تحریک اللہ کے (کم وبیش) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ اور مرسلینf نے اس دُنیا میں چلائی اور دُنیا کے مختلف خطوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی دعوت کو عام کیا اگر انبیاءؑ کی اس تحریک کو بالخصوص امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی اس تحریک کو ہم ایک لفظ میں سمجھنا چاہیں کہ حضور ﷺ کی پوری کی پوری تحریک کس بات پہ مبنی تھی تمام انبیاءf کا مقصد آخر کیا تھا؟ تو اس کا انتہائی مختصر اور جامع ترین لفظ ’’نفاذِ توحید‘‘ ہے کہ تمام انبیاءؑ کی اور بالخصوص امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی وہ تحریک اس دُنیا میں عملی طور پر توحید کا نفاذ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جہاں بھی حضور ﷺ سے مخاطب ہوئے کبھی یہ فرمایا کہ اے حبیب مکرّم ﷺ اِنہیں میری دعوت دیجیے (اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ) (النحل ۱۲۵:)



حضور و بھیجا تو یہ کہا ( یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا o وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا o ) (الاحزاب ۴۵: ۴۶،)

کہ حضور ﷺ کو اللہ نے داعی بنا کر بھیجا، اللہ کی دعوت دینے والا بنا کر بھیجا (فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ) پس دوڑو اللہ کی طرف ۔ یہ حضور ﷺ اور تمام انبیاء کرامؑ کی تحریک تھی ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور رسالت مآب ﷺ کو اسی حوالے سے مخاطب کر کے فرمایا ( یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ o ) اے چادر اوڑھ کے سونے والے ( قُمْ ) اٹھیے ۔ کیونکہ یہ لوگ شرک میں، جہالت میں، گمراہی میں، اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں (فَاَنْذِرْ) انہیں جا کر ڈرائیے، انہیں اللہ کا راستہ دکھائیے، انہیں صراطِ مستقیم دکھائیے، اے حبیبِ مکرم ﷺ جائیے انہیں میری توحید کا پیغام اور درس دیجیے اور پھر فرمایا (وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ) ان کے سامنے اپنے رب کی بڑائی، عظمت اور کبریائی بیان کیجیے اور اپنی رب کی تکبیر کا اعلان کیجیے ۔

آپ اگر انبیاء کرامؑ کی تاریخ دیکھیں تو حضرت داؤدؑ اور جالوت کا آپس میں تنازعہ توحید پر تھا۔ حضرت ابراھیمؑ کو بھی نمرود نے اِسی لئے آگ میں ڈلوادیا کہ حضرت ابراھیمؑ نے اس کو بالادست ماننے سے انکار کیا، حضرت ابراھیمؑ نے اس کو معبود، مسجود اور قابلِ عبادت ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کہ فقط اللہ کی ذات عبادت

کے لائق ہے اس کے علاوہ کوئی معبود، مسجود اور عبادت کے لائق نہیں۔ آپ سیدنا موسیٰؑ اور فرعون کے مسئلے کو دیکھیے فرعون اور موسیٰؑ کا مسئلہ بھی توحید تھا کہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو بطور خدا ماننے، بطور معبود ماننے سے انکار کیا اور اللہ کی توحید کا عَلَم بلند کیا اور یہی کہا کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اس لیے تیری خدائی جھوٹی ہے ہم تجھے قابلِ عبادت نہیں تسلیم کرتے۔ حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی کو دیکھیے کہ حضور ﷺ کا ابوجہل کے ساتھ پہلے پہل مسئلہ کیا تھا؟

سلطنت کا مسئلہ تو ہجرت کے بعد شروع ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے مکہ میں تیرہ (۱۳) سال جس دین کا ارتقاء فرمایا تھا اور مدینے میں آکے حضور نے اس دین کو پریکٹس فرمانا شروع کیا اور ابوجہل اور کُفارِ قریش کو یہ تکلیف تھی لیکن یہ تو شروع ہوتی ہے تیرہ (۱۳) سال بعد جو تیرہ (۱۳) سال قبل مسئلہ تھا وہ کیا تھا؟ وہ مسئلہ یہ تھا کہ حضور رسالت مآب ﷺ انھیں یہی فرماتے تھے کہ

(یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا)

ترجمہ: ’’اے لوگو کہہ دو اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں تم کامیاب ہو جاؤ گے‘‘۔

اگر اللہ کو معبود نہیں مانو گے، اگر کعبے میں سجائے ان تین سو ساٹھ (۳۶۰) خداؤں کے سامنے ان بتوں کے سامنے تم جھکتے رہو گے تو یاد



رکھو آخرت میں بھی تمھارا انجام ذلت آمیز ہو گا، اس دُنیا میں بھی تمہارا انجام ذلت آمیز ہو گا اس لئے ایک خدا پر یقین رکھ لو یہ تمہاری اس دُنیا میں بھی کامیابی کا راز ہے اور آخرت میں بھی کامیابی کا راز ہے اور یہی تکلیف تھی ابوجہل کو کہ حضور ﷺ یہ دعوت کیوں پیش فرما رہے ہیں، حضور ﷺ ان کے بتوں کو جھوٹا کیوں فرما رہے ہیں؟ یہاں سے حضور ﷺ اور ابوجہل کا تنازعہ شروع ہوا۔ اس لیے اس کی بنیاد ہم اسی آیت کریمہ پر دیکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا؛

(وَ ھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰـہٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰـہٌ ط) (الزخرف:۸۴)

یہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہی ہے کہ آسمانوں میں بھی معبود کی حیثیت وہی رکھتا ہے اور زمینوں میں بھی معبود کی حیثیت وہی رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں یہ دین اسلام کا بنیادی اور اساسی نظریہ ہے۔ یہی حضور رسالت مآب ﷺ کی پوری کی پوری تحریک کا اور یہی نظریۂ توحید ہماری قومیت کی اساس ہے کیونکہ ہر قومیت کی کوئی نہ کوئی اساس ہوتی ہے مثلاً آپ آج جا کر متحدہ ریاست ہائے امریکہ کو دیکھیں وہ امریکن نیشنل ازم پر اکٹھے ہوئے، آپ یورپین یونین کو دیکھیے یورپینز اپنے یورپی نیشنل ازم پر اکٹھے ہوئے، آپ عرب لیگ کو دیکھیے وہ عرب نیشنل ازم پر اکٹھے ہوئے جب مغرب اور یورپ نے

سلطنتِ عثمانیہ سے انتقام لینے اور روند ڈالنے کا سوچا اس وقت مصطفیٰ کمال اتاترک نے ترکی کو بچانے کے لیے ترک نیشنل ازم کا نعرہ لگایا اور ترک نیشنل ازم کی بنیاد پہ اس نے وہاں کے لوگوں کو اکٹھا کر کے ترکی کا دفاع کیا۔ اسی طرح دُنیا میں مختلف کونسلز اور یونینز بنی ہوئی ہیں انہیں آپ دیکھیے وہ اپنے مختلف نظریات پر اکٹھے ہوتے ہیں لیکن مسلمانوں کے پاس جو اساس اور اساسی نظریہ ہے اکٹھے ہونے کا جس نظریے کی بنا پر پوری دُنیا کے مسلمان اکٹھے ہوسکتے ہیں وہ نظریہ **(لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ)** ہے۔ آپ ہندوستان میں دیکھیے کہ ہم جھگڑتے ،لڑتے اور ایک دوسرے کو مارتے پیٹتے تھے افغان، پٹھان، بلوچی ،سندھی اور پنجابی صدیوں کا تنازعہ تھا اسی طرح جو دیگر لوکل قبائل اور لوکل اقوام تھیں وہ اسی طرح لڑتے جھگڑتے تھے لیکن قیامِ پاکستان کے وقت کس نعرے نے ان تمام متحارب ومتصادم اقوام کو اکٹھا کر دیا اور انہیں ایک لڑی میں پرو کر ایک پاکستان بنا دیا ہمارے اکابر و اسلاف کا اور ہمارے بزرگوں کا یہی نعرہ تھا کہ

**’’پاکستان کا مطلب کیا ہوگا؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہوگا‘‘۔**

یہ بنیاد تھی ہماری اس نظریہ کی اور یہی اساس ہے ہماری اور اِسی اساس پر ہماری ملت اکٹھی ہوسکتی ہے ہم چاہے لوکل سطح پہ ہوں، ہم چاہے اپنے گھروں میں بیٹھے ہوں، ہم چاہے اپنے گلی محلوں میں نکلیں، ہم چاہے اپنی ملکی سطح پہ چلے جائیں، ہم چاہے بین الاقوامی سطح پہ چلے جائیں ہمارا طرۂ



امتیاز نظریۂ توحید (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) ہے، (اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ) ہے ہماری ملت کا وقار (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کی وجہ سے ہے اور

؎ رشتہ اش شیرازۂ افکار ما

ہمارے تمام منتشر خیالات، ہمارے تمام جھگڑے، ہمارے تمام انتشارات اور پھیلاؤ اگر کسی جگہ پہ جا کے مجتمع اور اکٹھے ہوجاتے ہیں تو وہ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) ہے اور پھر آپ دیکھیے کہ ہماری جتنی بھی قوتیں ہیں (۱) ہمارے جہاد کی، (۲) ہماری اس دُنیا میں سربلندی کی (۳) ہماری اس دُنیا میں ترقی کی۔ وہ فقط اور فقط نعرۂ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے ہے، وہ نعرۂ تکبیر سے ہے، وہ اللہ کی عظمت، اللہ کی بڑائی سے ہے حضور رسالت مآب ﷺ اس دُنیا میں تشریف لائے تو وہ دین ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام سے ہوتا ہوا، ارتقاء پکڑتا ہوا، ترقی پاتا ہوا جب حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی تک پہنچا تو حضور رسالت مآب ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا تو اللہ کا یہ فرمان نازل ہوا کہ (اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ) (المائدہ:۳)

کہ آج کے دن ہم نے اس دین کی تکمیل کر دی ہے کہ جو دین اتنا سفر طے کرتے ہوئے آیا تھا اور اس دین کی جو قوت ہے اس دین کی جو اساس ہے، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور بندے کے درمیان اسی تعلق پر

ہے جس کو حضور ﷺ نے نظریہ توحید کا نام دیا ہے جس طرح اقبال ہمیں بتاتے ہیں کہ؛

دیں ازُو حکمت ازُو آئیں ازُو
زور ازُو قوت ازُو تمکیں ازُو

کہ تمہارا دین (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ) ہے، تمھاری حکمت، تمھاری تدبیر، تمھارا تدبر، تمھارا وزڈم، (Wisdom) تمھاری بصیرت ،تمھاری بصارت، تمھارا وژن (Vision) تمھاری جاں بینی، تمھاری جہاں بانی ،تمہاری جہاں گیری یہ جو کچھ بھی ہے یہ اسی نقطۂ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ) سے ہے۔

تمہارا زور، تمہاری قوت ، دُنیا میں تمہاری برتری یہ فقط اسی نعرۂ تکبیر سے ہے کہ قیصر و کسریٰ کی بنیادوں کو جب اللہ کے سپاہیوں نے ،اللہ کے مجاہدوں نے جا کے ہلایا تو ان کا کیا نعرہ تھا؟ کہ شرک کے نظام کو اس دُنیا میں نہیں رہنے دیں گے حضور ﷺ نے کہا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے بعد کوئی قوم نہیں ہو گی ،حضور خاتم الانبیاء ہیں ،حضور کی اُمت خاتم الاقوام ہے اس کے بعد کوئی قوم نہیں آئی کیونکہ کوئی دین نہیں آیا۔ اس قوم کی قوت ، اس قوم کی نصرت ، اس قوم کی فتح وہ اسی نظریۂ توحید میں مضمر ہے اور حضور رسالت مآب ﷺ کے پیغام کو اگر سمجھنا ہے تو یاد رکھیں مقامِ توحید اور شرفِ توحید کو سمجھے بغیر مقام مصطفائی سے آشنائی ممکن ہی نہیں کہ جب



تک توحید کے اَسرار نہیں کھلتے ، جب تک (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ) کا دل پر انکشاف نہیں ہوتا اس وقت تک محمد رسول اللہ ﷺ سے شناسائی کا فرض مکمل ہی نہیں ہوتا جس طرح حضرت اقبال ہمیں یہ بتاتے ہیں ۔

ہر کہ رمزِ مصطفیٰ فہمیدہ است شرک
راہ در خوف مضمر دیدہ است

جس نے بھی مقامِ مصطفیٰ ﷺ کو پہچان لیا اور جس نے بھی مقام مصطفیٰ ﷺ کو پا لیا اس نے شرک کو خوف میں مضمر دیکھا ہے اور آج ہم اپنی حالت زار، اپنی تنزلی اور اپنے زوال کو دیکھیں تو اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم نے اللہ کو معبود، مسجود اور عبادت کے لائق ماننے کی بجائے اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ اللہ کی تکبیر کا فریضہ رسالت مآب ﷺ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے سونپا کہ ’’اے چادر اوڑھ کے سونے والے اٹھیں اور ڈرائیں ان لوگوں کو اور ان لوگوں کو بتائیں (وَرَبَّکَ فَکَبِّرۡ) ان کے سامنے اپنے رب کی تکبیر بلند کریں اپنے رب کی کبریائی کو بیان کریں کہ ’’اللہ اکبر‘‘ اللہ کے علاوہ کوئی بڑا نہیں ہے اللہ سب سے بڑا ہے اور پھر ہم نے اس کو یہاں لا کے محدود کیا پھر آپ دیکھیے جو تکبیر حضور نے بلند فرمائی ہم نے اس تکبیر کو کیسے محدود کیا اللہ اکبر کا کیا معنی تھا؟

## زور ازو قوت ازو تمکیں ازو

اللہ اکبر ! اللہ تُو سب سے بڑا ہے، ہم اس سے آگے نہیں گئے کہ اس سے آگے اللہ اکبر کی کیا شرح ہے اس سے آگے اللہ اکبر کا کیا مقام ہے یہ تو ہم نے کہہ دیا کہ اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے یہ تو آپ کسی کریسچین سے پوچھیں وہ بھی کہے گا کہ اللہ بڑا ہے آپ کسی یہودی کو پوچھ لیں، کسی اہل کتاب مذہب کو آپ دیکھ لیں وہ اللہ کی برتری کو، اللہ کی بڑائی کو مانتے ہیں، آپ ہندوؤں میں چلے جائیں وہ آپ کو بھگوان کی بڑائی کا بھی بتاتے ہیں آپ دیو مالائیوں میں چلے جائیں وہ بھی دیوتاؤں کی بڑائی کا آپ کو بتا دیں گے لیکن اللہ اکبر اس سے آگے کیا صورت اختیار کرتا ہے، اللہ اکبر اللہ سے بڑا کوئی نہیں، اللہ اکبر اللہ کے نظام سے بڑا کوئی نظام نہیں، اللہ اکبر اللہ کے قانون سے بڑا قانون نہیں، اللہ اکبر اللہ کے آئین سے بڑا کوئی آئین نہیں، اللہ اکبر اللہ کے دستور سے بڑا کوئی دستور نہیں، اللہ اکبر اللہ کے منشور سے بڑا کوئی منشور نہیں، اللہ اکبر اللہ کے دیئے ہوئے نظام زندگی سے بڑا کوئی نظام زندگی نہیں، اللہ اکبر اللہ کے بنائے ہوئے انسانی معاشرے سے بڑا اس کے نظام کی ضمانت فراہم کرنے والا اس سے بڑا کوئی نظام نہیں جو انسانی معاشرے میں امن کی ضمانت فراہم کر سکے



، مجھے بتائیے ہماری اللہ اکبر کہاں پہ ہے ہم نے اللہ اکبر کو کہاں پہ پہنچایا ہے ہماری اذان کہاں پہ جاتی ہے اللہ کی چاہت سے بڑی کسی کی چاہت نہیں ہماری چاہت کون ہے فقط اسے بڑا مان لینے سے اثباتِ توحید مکمل نہیں ہوتا، اثباتِ توحید مکمل ہوتا ہے اس کے نظام کو سب سے بڑا مانتے ہیں اور جب آپ نظام کو سب سے بڑا مانیں گے جب اللہ کو سب سے بڑا مانیں گے تو اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کی جدوجہد ہمارے اوپر فرض ہو جاتی ہے جب ہم اس کے نظام کو سب سے بڑا نظام مانیں گے، اس کے نظام کو اس زمین پہ نافذ کرنے کی جدوجہد ہمارے اوپر فرض ہو جاتی ہے جب ہم اس کے قانون کو سب سے بڑا قانون مانیں گے اس وقت ہم پر اس کے قانون کو اس زمین پہ نافذ کرنے کی جدوجہد فرض ہو جاتی ہے جب ہم اس کے آئین کو ہر آئین سے بڑا مانیں گے اس کے آئین کو اس زمین پہ نافذ کرنے کی جدوجہد ہم پہ فرض ہو جاتی ہے یہ وہ ایمان ہے جسے مومن کی جرأت کہا جاتا ہے، جسے مومن کی قوت کہا جاتا ہے اور ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم جب مؤذن کو تلاش کرتے ہیں کہ جو آکے حضور ﷺ کی اس سنت کو ادا کرے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ ''اے چادر اوڑھ کے سونے والے { وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ } اللہ کی تکبیر کو بلند کیجیے تو ہم جب مؤذن ڈھونڈتے ہیں کس طرح کا مؤذن ہمیں ملنا چاہیے؟

اچھا جی سستا وی ہووے تھوڑا جیاں۔ سال دی بوری وی گھِن گنے دانڑیاں دی۔ تے اذاناں دتی رکھے پنج ٹائم مشیت وچ۔ تھوڑی جی سُروی ہووِس۔''

اچھا جی تھوڑا سا سستا بھی ہو۔ سال کی ایک بوری گندم کی لے لے اور مسجد میں پانچ وقت اذانیں بھی دے اور تھوڑی سی سُر بھی ہو اُس کی۔"

جب تکبیر کا، اذان کا فریضہ سونپتے ہوئے ہم اتنا غیر محتاط رویہ اپنائیں گے تو مجھے بتائیے اس تکبیر میں کیا تاثیر ہوگی اسی لیے اقبال نے ہمیں بتایا:

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملاں کی اذان اور مجاہد کی اذان اور

ملاں کی اذان یہیں تک ہوتی ہے کہ جس طرح دیگر مذاہب میں عبادت کے وقت لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے مختلف طریقے اپنائے جاتے تھے ہم نے بھی اذان کو انہی سے ایک مستعار طریقہ سمجھ لیا کہ جس طرح وہاں پہ گھنٹیاں بجائی جاتی ہیں مندر میں اور کہیں تنبورا بجایا جاتا ہے تو ہمارا بھی مؤذن تنبورے پہ چڑھ جائے گا اب لاؤڈ سپیکر آ گئے ہیں تو لوگ اسے الارم سمجھیں گے اور اسے گھنٹی سمجھ کے وہاں پہنچ جائیں گے جب ہمارا تصور اذان کے متعلق، توحید کے متعلق یہ قائم ہو گیا ہماری اس اذان میں تاثیر کیا واقع ہو گی وہ تاثیر ہم سے تقاضا کرتی ہے اس کے باطن کی گہرائی میں اترنے کا اسی لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا

(اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ) (الجاثیہ ۲۳:)



ترجمہ: "کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے"۔

جب ہمارے نفس کی خواہش ہماری معبود بن جائے جب اللہ کے قانون سے بڑے قانون تراش لیں جب اللہ کے نظام کو جھٹلا کر ہم کبھی اللہ کی زمین پہ کیمونزم لانے چل پڑیں کبھی سوشلزم لانے چل پڑیں اب سیکولرازم لانے چل نکلیں ہیں تو اللہ نے کہا کہ اس سے بدبخت کون شخص ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے کہ اللہ کا نظام جب آئے گا اللہ کا قانون جب آئے گا تو انھیں اپنی دکانیں اکھاڑنا پڑیں گی، سیاسی دکانیں بھی اکھڑیں گی، معاشرتی دکانیں بھی اکھڑیں گی، مذہبی دکانیں بھی اکھڑیں گی، فیوڈلز کی جتنی قسمیں ہیں وہ سب قسمیں پاش پاش ہو جائیں گی، وہ چاہے پولیٹیکل فیوڈلز ہوں، وہ پارٹیوں کے سربراہ ہوں یا حکمران ہوں سب کو اٹھا دیا جائے گا وہ چاہے سماجی و معاشرتی فیوڈلز ہوں، چاہے جاگیردار ہوں وڈیرے ہوں یا سرمایہ دار ہوں سب کو اٹھا دیا جائے گا اگر اللہ کا قانون آتا ہے کیونکہ اللہ کے قانون کی نگاہ میں سب بطور انسان، بنی نوع انسان اور ابن آدم ہونے کے ناطے برابر ہیں کوئی امتیاز نہیں کوئی تفریق نہیں۔

یہ بت ہم نے تراشے ہیں، ہمارے قرآن نے ہمیں نہیں بتایا رسول ﷺ کی سنت نے نہیں بتایا اللہ کے دین نے نہیں بتایا۔ چاہے مذہبی بت ہوں وہ سب اکھاڑ دیے جائے گے وہ سب پاش پاش کر دیے

جائیں گے یہی ہمارے زوال کا آج بھی موجب ہے کہ ہم اپنی اس بنیاد، اپنی اس اساس اور اپنے اس بنیادی نظریے سے جو ہماری قوت کا ہمارے زور کا باعث تھا جب اس سے منحرف ہوئے ہم نے جب اس کی روح میں اترنے کی زحمت نہ کی اور رسمی کلامی بات چیت کو آگے بڑھاتے رہے اور جب بھی تاریخ میں، جب بھی کہیں مسلمان کا، اللہ کے نام لیوا کا، امام الانبیاء نبی آخر الزماں تاجدارِ مدینہ محمد رسول اللہ ﷺ کا نام لیوا، ان کا کلمہ پڑھنے والا، ان پہ یقین رکھنے والا جب بھی اپنی اس بنیادی قوت سے غافل ہوتا ہے اس وقت اسے اس دنیا میں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ اسی وقت تک قائم رہتا ہے اسی وقت تک اس کی بالادستی قائم رہتی ہے جب تک وہ اس بنیادی نظریہ (اِیَّا کَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّا کَ نَسۡتَعِیۡنُ) (الفاتحہ ۵:) کے ساتھ اپنے دامن کی گانٹھ کو مضبوط و پکا رکھتا ہے جب وہ (اِیَّا کَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّا کَ نَسۡتَعِیۡنُ) کی گانٹھ سے اس کے دامن کی گانٹھ سے ڈھیلی پڑ جاتی ہے تو اسے دنیا میں رسوا ہونا پڑتا ہے۔

؎ قبضہ سے اُمت بیچاری کے دین بھی گیا دُنیا بھی گئی

آپ حضرت عمار بن یاسرؓ کے والدین کی طرف دیکھیے کہ حضرت یاسر کو اور حضرت سُمیہ کو کفار نے پکڑا اور بدترین تشدد کا نشانہ بنایا، حضرت عمار سامنے ستون کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے ان کی والدہ حضرت سُمیہ کو برہنہ کر کے بدترین تشدد کیا گیا ان پر لیکن



انھوں نے کہا کہ (اِیَّا کَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّا کَ نَسۡتَعِیۡنُ)، (لا الٰہ الا اللہ) اور (قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝) (الاخلاص ۱:) کے اوپر کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا، کوئی کمپرومائز نہیں ہوگا جب ابوجہل مار مار کے تشدد کر کر کے تھک گیا تو اپنے ایک بت کے پُتلے کو اٹھا کے آگے بڑھا اس سے کہا سُمیہ ٹھیک ہے تمھارا خدا ایک ہے، تمھارا خدا برتر ہے، تمھارا خدا بڑا ہے صرف یہ کہہ دو کہ ہاں قریش کے خدا بھی ٹھیک ہیں تو جواباً حضرت سُمیہ نے اتنا بدترین تشدد سہنے کے باوجود ابوجہل کے منہ پہ تھوک دیا اور انھوں نے کہا کہ اپنی اساس اور اپنے اس کلمے اور نبی ﷺ کے ہاتھ پہ کیے ہوئے اس عہد کو میں نہیں توڑ سکتی، مَیں اس سے سمجھوتا نہیں کروں گی اس تھوکنے کی طیش میں آ کر ابوجہل نے اپنا برچھا ان کے بدن کے نازک حصے میں مارا اور برچھا آر پار ہو گیا اور حضرت سُمیہ شہید ہو گئیں۔ وہ شہیدِ اوّل ہیں اسلام کی۔ جو نکتہ میں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ انھیں کسی سلطنت کی جنگ میں، انھیں کسی فتح کی جنگ میں شہید نہیں کیا گیا تھا انھیں (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کی جنگ میں شہید کیا گیا تھا انھیں (اِیَّا کَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّا کَ نَسۡتَعِیۡنُ) کی جنگ میں شہید کیا گیا تھا انھیں (قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝) کی جنگ میں شہید کیا گیا تھا انھیں وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ کی جنگ میں شہید کیا گیا تھا اور یہ قوت ہے اسلام کی اور حضرت یاسر کو ان کے دائیں بازو، دائیں ٹانگ اور بائیں بازو اور بائیں ٹانگ کے ساتھ چار اونٹ باندھے گئے مختلف سمتوں میں ان کو دوڑا دیا گیا اور حضرت

یاسر جو حضرت عمار کے والد تھے ان کے جسم کے پرخچے اڑ گئے انھوں نے یہ سارا کچھ برداشت کیا لیکن سمجھوتا نہیں کیا اگر وہ کسی بات سے نہیں ہٹے تو وہ اللہ کا نام تھا، وہ اللہ کی بڑائی تھی، وہ اللہ کی کبریائی تھی اللہ کی توحید تھی۔ آج ہم اپنے آپ کو اس احتساب کے ترازو میں رکھ کر جب تولتے ہیں تو ہمیں اپنا چہرہ واضح نظر آجاتا ہے کہ اللہ کی توحید سے، اللہ کی بڑائی سے، اللہ کی کبریائی سے ہمارا عہد کس حد تک مضبوط ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں۔ قانونِ الٰہی، آئینِ الٰہی، دستورِ الٰہی، منشورِ الٰہی اور نظامِ الٰہی یہ تمام اُصول ہیں تکبیر کے۔ ایک اُصول اس کی جز ہوسکتا ہے کُل نہیں ہوسکتا فقط اتنا مان لینا کافی ہے کہ اللہ بڑا ہے اللہ کی بڑائی کو جب ہم مانتے ہیں اس کے آگے اس کی شرائط ہیں کہ اللہ کو بڑا ماننا ہے اس کے قانون کو بھی بڑا مانو یہ اس کی شرائط میں سے ایک شرط ہے۔ اس کے نظام کو ہر نظام سے بڑا مانو، اس کے نظام کا نفاذ کرو زمین پر اس کے آئین کو ہر آئین سے بڑا مانو، اس کے دستور کو ہر دستور سے بڑا مانو، اس کے دستور کا نفاذ کرو زمین پر، یہ توحید کی ان بنیادی شرائط میں سے ہیں۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا

''اپنا احتساب کرلو اس سے پہلے کہ تمھارا حساب لیا جائے اپنے اعمال کا وزن کرلو اس سے پہلے کہ تمھارے اعمال کو اللہ کے ترازو میں رکھ دیا جائے۔''



آج ہم اسی دوراہے پہ کھڑے ہیں ہمیں کسی جذباتیت پہ جانے کی ضرورت نہیں ہمیں کسی لمبی چوڑی فلسفیانہ اور منطقیانہ بحث میں جانے کی ضرورت نہیں ہمیں اپنا سادہ سا تجزیہ کرنا ہے کہ {لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ} کے ساتھ اپنے تعلق کی بنیادوں کو ہم کتنی مضبوطی اور کتنی پختگی سے تھام کے کھڑے ہیں سادی سی بات ہے، سادہ سا تجزیہ ہے ایمان کا اور جس نے بھی اپنے اس تجزیہ میں کوتاہی کی اس نے توحید سے بغاوت کی، توحید سے غداری کی اور جس نے اس تجزیے کو پورے حقائق اور پوری حقیقت اور پوری دل جمعی اور پوری یکسوئی کے ساتھ دیکھا ہے اس نے اللہ کی توحید کے ساتھ اپنے عہد میں وفا کی۔ آپ مجھے جواب دہ نہیں ہیں، آپ کسی مُلّاں مولوی کو بھی جواب دہ نہیں ہیں، آپ صرف تین جگہوں پہ جواب دہ ہیں (۱) اپنے ضمیر کے سامنے جواب دہ ہیں (۲) قبر میں جواب دہ ہیں اور (۳) بروزِ حشر جواب دہ ہیں اگر چوتھی چیز اس میں شامل کرنا چاہیں تو آپ اور مَیں تاریخ کو جواب دہ ہیں جو ہمارے آنے والی نسلیں پڑھیں گی اور یہ دیکھیں گی کہ ہمارا تعلق کس قدر پختہ تھا اللہ کی ذات سے، ہمارے اس بنیادی نظریہ سے اور ہماری اس بنیادی اساس سے۔ مَیں کون ہوتا ہوں آپ سے یہ جواب پوچھنے والا میرے پاس کوئی اختیار نہیں کہ یہاں کھڑا کر کے پوچھوں کہ ہاں بھائی تمھارا کیا تعلق ہے توحید سے یا آپ سے ہاتھ کھڑے کرواؤں کہ کون کون اس کے لیے آگے بڑھے گا یہ تو اپنے ضمیر کو جوابدہ ہیں آپ نے اپنی قبر کے لیے تیاری

کرنی ہے، آپ نے اپنی آخرت کے لیے تیاری کرنی ہے، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ توحید کا سمجھوتا کر کے آپ اللہ کو منا لیں گے تو بسم اللہ! جاری رکھیے! لیکن اگر ہمیں یہ شبہ ہے، اگر ہمیں یہ خوف ہے کہ توحید کی بنیادی شرائط پہ سمجھوتا کر کے ہم قبر میں اس کو نہیں منوا سکتے، ہم حشر میں اس کو راضی نہ کر سکیں تو پھر ہمیں آگے بڑھنا چاہیے، ہمیں جرأت سے کام لینا چاہیے ہمیں وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے، ہمیں اس کا احساس کرتے ہوئے اس کا خیال کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے جس طرح سلطان باھُو فرماتے ہیں کہ

؎ میں قربان تنہاں توں باھُو جنہاں رکھیا قدم اگیرے ھُو

ہمیں اپنے قدم کو آگے بڑھانا ہے اور ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب کبھی ہم اس نظریہ کے پاسداری کے لیے، اس نظریہ کے تحفظ کے لیے اس نظریہ کے دفاع کے لیے اور اپنی آخرت اور قبر کے سامان کے لیے آگے بڑھیں گے ہمارے او پر آزمائشیں آئیں گی ہمارے او پر طعن بھی کسے جائیں گے، باتیں بھی کسی جائیں گی لیکن وہ تمام باتیں، وہ تمام جملے وہ تمام طعنے ہمیں برداشت کرتے ہوئے اللہ کی ذات کے ساتھ اور اپنے اس عہد کو پورا کرنا ہے اور اللہ کی ذات کے ساتھ کیے ہوئے اس عہد سے وفا کرنی ہے۔

نظریۂ توحید کو سمجھنے میں ہمارے ہاں ایک اور غلطی سرزد ہوئی کہ ہم نے توحید کو فقط ایک مذہبی جذبے کے طور پہ لیا اور صرف ایک مذہبی



قوت تک محدود کر دیا لیکن توحید کی جو رُوح ہمیں حضور رسالت مآب ﷺ کے صحابہ کرام i اور دیگر اکابر و اَسلاف کے عمل میں نظر آتی ہے اُس کو ہم نہ سمجھ سکے۔ وہ رُوح یہ تھی کہ انھوں نے ایک مذہبی جذبہ، مذہبی نظریہ اور مذہبی قوت سے بڑھ کر توحید کو ثقافتی اور تمدنی جذبہ، نظریہ اور قوت کے طور پر لیا جسے ہم اسلامک سیولائزیشن کہتے ہیں اس کو انھوں نے دوسرے لفظوں میں تہذیب توحید کا نام دیا اور اس کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ توحید کے ماننے والوں پہ قائم ہے، یہ نظریۂ توحید پر، {لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ} پر، اور {قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ o} پر اپنی بنیادیں رکھتا ہے۔

اس حوالے سے لوگ ایک واقعہ کو بڑی اجنبی نظر سے لیتے ہیں اور اس پر مغرب کے متعصّبانہ رویہ، رائے اور مؤقف کو قبول کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ظہیر الدّین بابر جب کابل سے اترا ُ تاریخی حقائق اس پر موجود ہیں کہ' بابر کو کچھ سفارتوں کے ذریعے اُکسایا گیا تھا اور وہ ابراھیم لودھی کو شکست دینے کے لیے دلی پہ حملہ آور ہوا ابراھیم لودھی کو جب شکست ہو چکی تو اس کی طرف سفارتیں بھیجنے والوں کا خیال یہ تھا کہ بابر لوٹ مار کرنے آیا ہے اور محمود غزنوی کی طرح واپس چلا جائے گا اس کا فائدہ ہمیں یہ ہو گا کہ دلی میں ابراھیم لودھی کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا اور وہاں پہ پھر ہندو راج قائم ہو جائے گا اور اس کے لیے ہندوؤں نے اس پر قبضہ کی سکیم بنائی اور بابر جب یہاں پہ آیا تو بابر کو دلی پسند آئی اس نے دلی پر مستقل قبضہ جمانے کا سوچ لیا اور

اپنے قدم جما دیے۔ اس وقت ہندوؤں نے کہا کہ ہم تو یہ سمجھے تھے کہ یہ بھی لوٹ مار کرے گا اور واپس چلا جائے گا لہٰذا اسے واپس بھگانا چاہیے! ۔ ہندوؤں نے اپنی قوت 'جو کہ بابر کے چلے جانے کے بعد مرے ہوئے لودھی کی مری ہوئی سلطنت پر قابض ہونے کے لئے مجتمع کی تھی' کو بابر کے خلاف استعمال کرنے کا فیصلہ کیا اور بڑا خون ریز معرکہ ہوا اور بابر کو اُس معرکہ میں شکست ہوگئی۔ بابر نے ابھی ابراھیم لودھی سے جنگ لڑی تھی اور پھر ہندوؤں سے ٹکراؤ اور شکست۔ نتیجتاً بابر کی پوری کی پوری فوج (demoralies) ہوگئی۔ فوج کے سردار بابر کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ ہمیں واپس کابل چلے جانا چاہیے اور تیاری کر کے پھر اگلے سال واپس آئیں گے یہاں پہ بابر کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میں نے ہندوستان میں کیا کیا؟ اور سازش کیا تھی؟ مجھے سفارت کیوں بھیجی گئی؟ اور اب یہاں پہ مسلمانوں کے مستقبل ساتھ کیا بننے جارہا ہے؟ وہ یہ ساری سازش اور گیم پلان سمجھ گیا کہ مجھے بلایا گیا سفارتیں بھیجیں گئیں کہ لودھی کے خلاف تمھاری حمایت کریں گے میں نے لوٹ مار کی ابراھیم لودھی کو قتل کر دیا اور اب اگر میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں تو یہاں پہ ہندو قابض ہو جائیں گے۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ سپین میں اور فلپائن میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی اور سپین میں مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیا گیا تھا اور فلپائن میں مسلمانوں کی اٹھتی ہوئی تحریک کو دبا کر مسلمانوں کا شدید ترین قتل عام کیا گیا۔ بابر اس بین الاقوامی تناظر



میں اس سازش کو سمجھ گیا کہ ہندوستان میں بھی مسلمانوں کا وہی حشر ہونے جارہا ہے جو سپین میں ہوا۔ ہندو راجاؤں کی یہی سازش تھی جس کے نرغے میں آکے بابر پھنس گیا تھا اور ان کی سازش کامیاب ہوئی تھی بابر کو اللہ نے یہ شعور عطأ کر دیا کہ ایک مرتبہ واپس چلا گیا تو اگلے سال تک معلوم نہیں کہ یہاں پہ مسلمان باقی بچیں گے بھی کہ نہیں۔

تو بابر نے یہاں پر ایک تاریخی فیصلہ کیا اور یہ وہی فیصلہ ہے جو نیزے کی طرح مغرب کے دل میں چبھا ہوا ہے، ہندوؤں کے دل میں چبھا ہوا ہے، آج تک بابر کا یہ نیزا ان کے کلیجے سے نہیں نکلا اسی لیے اس فیصلے کو متنازع بنا کر ہمیں کہا جاتا ہے کہ ''اوناں تے اسلام دا نالے کے اتھے حکومت کرنی ایے تے حکومت انھاں کیتی۔'' نہیں میرے بھائی! یہ بین الاقوامی تنازع تھا فلپائن میں دیکھیں وہی زمانہ تھا، سپین میں دیکھیں وہی زمانہ تھا ہندوستان میں اگر اس وقت بابر پسپا ہو جاتا تو آج آپ یہاں پہ نہ بیٹھے ہوتے آج پاکستان کا وجود نہ ہوتا آج یہاں پر اللہ کے نام لیوا نہ ہوتے بابر نے اپنے سرداروں کو اکٹھا کیا اس نے کہا جتنے مٹکے ہیں شراب کے اس میدان میں رکھ دیے جائیں میدان میں رکھوا کے اس نے کہا کے ان مٹکوں کو توڑ دو، آگ لگا دو انہیں۔ ظہیر الدّین بابر نے اس موقعہ پر اپنے لشکر کو خطاب کیا اور کہا کہ پہلے یہ جنگ مغل حکمرانی کے لئے تھی مگر اب یہ جنگ اسلامیانِ ہند کی بقأ کے لئے لڑیں گے۔ وہی شکست خوردہ فوج جو کابل واپسی کا سوچ رہی تھی اللہ کے نام کی

سربلندی کا جذبہ لیکر جب میدان میں اُتری تو اللہ نے فتح ونُصرت سے ہمکنار فرمایا۔

اس لیے میں کہتا ہوں کہ ہم سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ ہم نے توحید کو ایک تمدنی ، تہذیبی اور ثقافتی قوت کے طور پہ نہیں لیا ہم نے اسے مذہبی جذبہ تک محدود کر دیا جبکہ آپ تحریک پاکستان کو دیکھیں تحریک پاکستان کی بنیاد ہی توحید تھی مَیں اس کی تفصیل میں گئے بغیر اپنے موضوع پہ قائم رہوں گا لیکن میرے یہ نوجوان بھائی یہاں پہ بیٹھے ہیں انھیں یونیورسٹیز میں ، کالجز میں طعنہ دیا جاتا ہے کہ قائد سیکولر نظام چاہتے تھے ۔ میرے نوجوان ساتھیو آپ مطالعہ کیجیے فیصلہ آپ نے کرنا ہے میں فیصلہ ثبت نہیں کروں گا قائداعظم نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو ( جہاں آج مینار پاکستان ہے ) جو خطاب کیا تھا آپ فقط اس خطاب کے اوریجنل ٹیکسٹ کو پڑھ لیجیے ۔ انھوں نے کہا تھا کہ جن دو قوموں کی تہذیب الگ الگ ہے ، جن کی ثقافت الگ ہے ، جن کی رسومات الگ ہیں ، ایک قوم کا ہیرو دوسری قوم کا دشمن ہے ، ایک قوم کا دشمن دوسری قوم کا ہیرو ہے ، ہمارے خدا ، ہماری عبادت ، ہمارے سجدے آپس میں نہیں ملتے ہم کس طریقے سے ایک ملک میں رہ سکتے ہیں یہ اساس تھی پاکستان کی تحریک کی بنیاد {لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ } پر تھی ۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے بار بار یہی تنبیہ اور حکم کیا کہ { تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ } اپنے آپ کو اللہ کے اخلاق سے متخلق کرلو ، اللہ کی صفات



سے متصف کرلو اپنے آپ کو ، توحید کے اندر ڈوب جاؤ ، توحید میں فنا ہو جاؤ ، توحید کو اپنے اوپر عملی طور پر نافذ کرلو تاکہ اس زمانے میں مومن چلے تو اللہ کی برہان کے طور پر چلے ۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان ، نئی آن
گفتار میں ، کردار میں اللہ کی برہان !

اللہ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ ، اس کی توحید میں موحد ہو جاؤ ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ

{ یَا اَبَا ذَرٍّ تَمْشِیْ وَحْدَکَ فَاللّٰہُ تَعَالٰی فِی السَّمَآءِ فَرْدٌ وَّ اَنْتَ فِی الْاَرْضِ کُنْ فَرْدًا }

ترجمہ : ’’اے ابوذر ! اللہ آسمانوں میں اکیلا ہے تو زمینوں میں اکیلا ہو جا اور اللہ کی سنت کو پورا کرتے ہوئے تو زمین کے اوپر اکیلا چلا کر‘‘ ۔

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ اور رُفقاء کو توحید کے اس عملی جوہر میں ڈھلنے کا پیغام دیا ہے اور { قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ○ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ○ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ○ }

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو سورۃ اخلاص کی عملی تفسیر بننے کا حکم دیا اور ہم سے یہاں پہ پھر غلطی سرزد ہوئی کہ ہم سورۃ اخلاص کی رُوح کو نہ سمجھ سکے کہ سورۃ اخلاص کی اصل رُوح ہم سے کیا تقاضا کرتی ہے اللہ کو تو واحد ہم نے مان لیا ۔ اللہ کو تو بے نیاز ہم نے مان لیا ۔ اللہ کو تو { لَمْ

یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ } ''نہ اس کو کسی نے جنا نہ اس نے کسی کو جنا''۔ یہ بھی ہم نے مان لیا۔ اللہ کا کوئی ہمسر نہیں ہے یہ بھی ہم نے مان لیا لیکن اس سورہ مبارکہ کی رُوح ہم سے کیا تقاضا کرتی ہے۔ میں نے کم وبیش ۳۵ سے زیادہ تفاسیر سورۂ اخلاص کی دیکھی ہیں لیکن سورۂ اخلاص کی جو تفسیر ہماری اُمت کے حکیم اور ہماری اُمت کے نبض شناس حضرت علامہ اقبال نے کی ہے اس تفسیر کی اپنی رُوح اور اس تفسیر کا عملی مزاج جو مومن کی زندگی میں ہے وہ دیگر تفاسیر میں آپ کو اس طرح سے نظر نہیں آئے گا جس طرح سے سورۂ اخلاص کی تفسیر حضرت علامہ اقبال نے پیش کی ہے اور حضرت علامہ اقبال اپنے ایک خواب کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ

من شب صدیق راہ دیدم بخواب
گل ز خاک راہ او چیدم بخواب

اقبال فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر h کی زیارت نصیب ہوئی ، میں نے خواب کے عالم میں سیدنا صدیق اکبر h کے قدموں سے ان کی رحمت کے کچھ پھول اٹھا لیے۔

ہمّتِ اُو کِشتِ مِلّت را چو اَبر
ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

کہ حضرت ابو بکر کی ہمت وجودِ ملت پر رحمت کے بادل کی طرح ہے ،حضرت ابو بکر صدیق h کی شخصیت وہ شخصیت ہے جو رسالت مآب ﷺ کے بعد اس اُمت پر خلیفۃ مقرر ہوئے اور خلیفۂ اوّل کی حیثیت سے مسند پر



تشریف فرما ہوئے اور حضور ﷺ کے ساتھ انھیں قبر نصیب ہوئی حضور ﷺ کے ساتھ وہ بدر میں بھی تھے اور جب غارِ ثور میں حضور ﷺ مشکل گھڑی میں تھے تو بھی سیدنا صدیق اکبرؓ وہ ہستی تھے جو حضور ﷺ کی معیت میں تھے۔

گفتمش اے خاصۂ خاصانِ عشق
عشقِ توں سرِ مطلعِ دیوانِ عشق

میں نے عرض کی کہ اے امیر المؤمنینؓ اے خاصۂ خاصانِ عشق اور اے دفتر دیوان عشقِ سرِ مطلع دیوان عشق کے پہلے مصرع

پُختہ از دستت اساسِ کارِما
چارۂ فرما پۓ آزارِما

اے امیر المومنینؓ آپ کے ہاتھ سے ہماری ملت کی اساس اور ہماری ملت کی بنیاد مضبوط ہوئی۔ آج یہ ملت اندھیروں اور تاریکیوں میں ڈوب گئی ہے، آج سامراج اور استعمار اس پہ مسلط ہیں آج ہماری خونریزی کی جاتی ہے اس دُنیا میں ہمیں مار کے، ہمارا خون بہا کے، ہمارا ملیا میٹ کر کے، ہمارے جنازے نکال کر پھر بھی ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم ہی دہشت گرد ہو، تم ہی انتہا پسند ہو، ہمیں کبھی القاعدہ کا، کبھی پین اسلام ازم کا طعنہ دیا جاتا ہے ، اے امیر المومنینؓ ہماری مدد فرمائیے ، ہماری اصلاح فرمائیے ہمارے اس درد کا چارہ بیان کیجیے۔ علامہ کہتے ہیں کہ خواب کے عالم میں

گفت، تا کہ درھوس گردی اسیر

آب و تاب از سورۂ اخلاص گیر

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا آپ لوگوں کو کس نے ہوس کا اسیر بنا دیا اس طرف اشارہ ہے جو میں نے کہا اللہ کا وہ فرمان کہ ’’اس بدبخت کو بھی دیکھو جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے‘‘۔ حضرت ابو بکر h نے فرمایا کہ تجھے کس نے ہوس کا قیدی بنا دیا اگر تُو اس ظلمت و تاریکی سے نجات چاہتا ہے تو تجھے اپنی رہنمائی سورۂ اخلاص سے لینی چاہیے، سورۂ اخلاص میں اس درد کا چارہ ہے پھر اقبال پوچھتے ہیں کہ امیر المومنین h ارشاد فرمائیے سورۂ اخلاص میں ہمارے لیے کیا لکھا گیا ہے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے الگ الگ یہ آیات تلاوت فرمائیں کہ {قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ} ’’اے حبیبِ مکرم ﷺ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے‘‘۔

اس سے ہم کیا سبق حاصل کر سکتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق h نے فرمایا کہ

رنگِ او برکن مثال او شوی

در جہاں عکسِ جمالِ او شوی

کہ اے اقبال اس اُمت کو جا کے یہ بتا دے کہ جس طرح اللہ ل واحد ہے و یکتا ہے اپنی ذات میں، اپنے کمال، جلال اور جمال میں، اے بندۂ



مومن یہ اللہ کی سنت تجھ پر فرض ہے کہ تو بھی اس دُنیا میں سنتِ الٰہی کو اپناتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے جلال و جمال سے مزین کر دے۔

؎ تو بھی جلیل و جمیل وہ بھی جلیل و جمیل

کہ جس طرح اللہ کی ذات جلال و جمال میں یکتا ہے اے بندہ مومن تو بھی اپنے خالق کی سُنت اپناتے ہوئے اس کے جلال و جمال میں اپنے آپ کو رنگ دے۔ جس طرح فرمایا گیا کہ {مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ} (الفتح:۲۹)

اللہ کے جلال و جمال میں متصف ہو جا وَاللہ اپنے بندوں پر، اپنی اطاعت کرنے والوں پر، اپنی غلامی اور اپنی عبدیت نبھانے والوں پر بہت رحیم ہے انھیں بشارت دیتا ہے ان پہ اپنا جمال فرماتا ہے اور اپنا انکار کرنے والوں پر اللہ قہار ہے، اللہ جبار ہے، ان کو اللہ ل دردناک عذاب کی وعید سناتا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ بندۂ مومن کو جا کے یہ بتا دو کہ اللہ کے جلال و جمال سے متصف ہوتے ہوئے اسی طرح یکتائی اختیار کرلو۔

آنکہ نام تو مسلماں کردہ است

از دوئی سوئے یکی آوردہ است

کیا تجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تیرا نام مسلمان رکھا تو رسول اللہ ﷺ کے اس اعلان کے وقت تُو دوئی میں مبتلا تھا تم

طبقات میں، سردار اور غلام میں، آقا اور بندوں میں، امیر اور غریب میں، عربی و عجمی میں، گورے و کالے میں بٹے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس دُنیا میں تشریف آوری اور تمھیں حلقہ بگوش اسلام کرنے کے بعد تمھارے اندر طبقات، امتیازات اور دوئی کو ختم فرما دیا اور تمھیں ایک کر کے ایک جھنڈے تلے جمع کر دیا ایک تسبیح میں پرو دیا

خویشتن را تُرک و افغاں خاندہ

وائے بر تو! آنچہ بودی ماندہ

قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ o کی تفسیر میں حضرت ابو بکر صدیق h اقبال کو خواب میں فرماتے ہیں کہ تم لوگوں نے اپنا جنازہ خود نکال لیا جب اپنے آپ کو تُرک اور افغان میں تقسیم کر دیا کوئی کہتا ہے میری برتری تُرک ہونے میں ہے کوئی کہتا ہے میری برتری افغانی ہونے میں ہے کوئی کہتا ہے میری برتری ایرانی ہونے میں ہے کوئی کہتا ہے میری برتری عرب ہونے میں ہے کوئی کہتا ہے میری برتری اعوان ہونے میں ہے کوئی کہتا ہے میری برتری خان ہونے میں ہے کوئی کہتا ہے میری برتری ملک ہونے میں ہے کوئی کہتا ہے میری برتری چوہدری ہونے میں ہے کوئی کہتا ہے میری برتری امیر وزیر ہونے میں، کسی عہدے یا منصب پر ہونے میں ہے لیکن تمھاری اصل برتری یہ ہے کہ جب مسلمان یہ دعوی کرے کہ مجھے فقط اس بات کا فخر ہے کہ میں { لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ



اللّٰہِ } کا ماننے والا ہوں دیگر تمام امتیازات، تفریقوں اور تقسیموں کو اپنے اندر سے مٹا دو اس دوئی کو ختم کر اور یکتائی میں آ جا۔ تُو تو ایک ملت تھا تُو نے اپنے اندر سے کتنی ملتیں نکال لیں یہ سنی ہے، یہ بریلوی ہے، یہ شیعہ ہے، یہ وہابی ہے، یہ دیوبندی ہے، یہ فلاں ہیں، یہ فلاں ہیں۔

صد ملل از ملتِ انگیختی

بر حصارِ خُود شبِ خوں ریختی

حضور ﷺ نے تو ایک ملت بنائی تھی تم نے اُس ایک ملت سے سو ملتیں بنا دی ہیں تو کیا یہ یکتائی سے دوری نہیں ہے کیا یہ سورۂ اخلاص سے انکار نہیں ہے۔ تُو نے اپنے دفاع اور دفاعی قوت پر خود ڈاکہ ڈالا، شب خون لگا کے اس کا قتل عام کیا اپنی وحدت کو پارا پارا کیا اور { قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ o } اس پہلی آیت کی تفسیر میں حضرت صدیقِ اکبر h آخری بات یہ فرماتے ہیں کہ اقبال! اُمتِ محمدیہ کو بتا دو

یک شود توحید را مشہود کن

غائبش را از عمل موجود کن

کہ ایک ہو جاؤ اور توحید کو اپنا رہبر و رہنما بنا لو اور توحید پر اتنا قوی ایمان اور یقین کر لو کہ جو تمھارے دل کے اندر چھپا ہوا ہے اس کے انوار تجلیات کا اظہار تمھاری قلب کی آنکھ پر ہو جائے۔

اور پھر کہا { اَللّٰہُ الصَّمَدُ o } ''اللہ بے نیاز ہے''۔

اے بندۂ مومن تجھے اس نے صرف اپنا نیازمند کیا۔

گر بہ اللہ الصمد دل بستۂ
از حدِ اسباب بیروں جستۂ

جب تُو اللہ کو الصمد کو مان لیتا ہے، جب تُو بے نیاز کو مان لیتا ہے، جب تُو اس کی بے نیازی پر یقین رکھتا ہے تو یہ جان لے کہ تیرا اس بے نیاز سے تعلق قائم ہو گیا اب تُو اسباب کا محتاج نہیں رہا بلکہ تُو مسبب الاسباب کا محتاج ہے اگر اسباب کا محتاج ہو گیا تو { اَللّٰہُ الصَّمَدُ o } سے تیرا رشتہ ٹوٹ جائے گا اور یہی بات مومن کی تقویت ہے کہ مومن اسباب، اہل دنیا، اہل منصب، مرتبہ کا اور قوت کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ ان تمام چیزوں سے بے نیاز اور لایحتاج ہو جاتا ہے کیونکہ کسی کا محتاج نہ ہونا اللہ کی صفت ہے اور اللہ کی صفت سے متصف ہوتے ہوئے مومن اللہ کا نیازمند ہو کر باقی پوری دُنیا سے اپنی نیاز کا رشتہ توڑ دیتا ہے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شان بے نیازی

اسی لیے حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ { اَلْفَقْرُ لَا یَحْتَاجُ } ’’فقر کسی کا محتاج نہیں ہے‘‘، فقر کو کسی چیز کی احتیاج نہیں ہے اور



حضرت سلطان باھُو فرماتے ہیں ؛

لایحتاج جنہاں نوں ہویا فقر تنہاں نوں سارا ھُو
نظر جنہاں دی کیمیا ہووے اوہ کیوں مارن پارا ھُو

یہ مقام ہے مومن کا کہ وہ اللہ کی صمدیت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور مومن جب اللہ کی صمدیت میں رنگا جاتا ہے، اللہ کی صمدیت کو اپنا لیتا ہے، اللہ کی سنت کو اپنا لیتا ہے، کفار سے، مشرکین سے اپنی حاجت مندی کو ختم کر لیتا ہے تو پھر مومن میں بھی یہ وصف پیدا ہو جاتا ہے۔

کہاں سے تُو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا پادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

پھر مومن کی بے نیازی کے چرچے شروع ہو جاتے ہیں جب وہ اللہ کی بے نیازی کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ دیتا ہے { تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ } ہو جاتا ہے اللہ کی صفات سے اپنے آپ کو متصف کر لیتا ہے۔

بندۂ حق بندۂ اسباب نیست
زندگانی گردشِ دولاب نیست
مسلم ہستی بے نیاز از غیر شو
اہل عالم را سراپا خیر شو

اللہ کا بندہ اسباب کا بندہ نہیں ہوتا یا تو وہ بندہ حق ہو گا یا بندۂ اسباب ہو گا حضرت ابوبکر h فرماتے ہیں کہ اقبال! جاؤ اس اُمت کو بتا دو کہ اگر

اللہ کے بندے ہو تو غیروں سے بے نیاز ہو جاؤ۔ اور پوری دنیا کے لیے تم اپنی صمدیت کو اپناتے ہوئے خیر کا منبع بن جاؤ۔

آج آپ دیکھئے کہ لوکل سطح پہ، ملکی سطح پہ، بین الاقوامی سطح پہ ہم جس بد ترین غلامی کا شکار ہیں، تیل نہیں ہے جی فلاں سے ہماری تیل کی حاجت ہے، پیسے نہیں ہیں جی ملک کو چلانا ہے فلاں سے ہماری پیسے کی حاجت ہے، اغیار کے سامنے ہم نے اپنے خون کو بیچا، اپنے بچوں کو بیچا، اپنی عزتوں کو بیچا عزتوں کو فروخت کیا اور جن عزتوں کو ہم نے فروخت کیا ان عزتوں کو ۸۰، ۸۰ سال کی سزائے عمر کی قیدیں دی گئی، بد ترین انسانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ، کیوں؟ اس لیے ہمیں سزا ملی کہ ہم بندۂ حق بننے کی بجائے بندۂ اسباب بن گئے اللہ پہ یقین رکھنے کی بجائے ہم نے دُنیا کی مختلف طاقتوں پہ یقین رکھا اور یہ بنیادی بات بنیادی وصف اور مومن کی بنیادی علامات سے ہے کہ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے اسے کسی بادشاہ یا طاقتور سے کوئی خوف و خطر نہیں ہوتا وہ ہر حال میں اس سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ o کی تفسیر کو آگے بڑھاتے ہوئے علامہ اقبال نے اسی ضمن میں خلیفۃ ہارون الرشید اور حضرت امام مالک کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ خلیفۃ ہارون الرشید مدینہ منورہ آئے حضرت امام مالک وہاں پہ آئے درس حدیث ارشاد فرما رہے تھے تو خلیفۃ ہارون الرشید نے کہا آپ تو یہاں مدینہ میں بیٹھے ہیں آپ میرے ساتھ آئیے اور عراق میں مجھے درسِ حدیث دیجیے میں آپ سے حدیث سیکھنا چاہتا ہوں۔



دیکھئے اب خلیفۃ وقت، بادشاہ، اتنی قوت و ثروت کا مالک تھا حضرت امام مالکؒ نے اسے جواب دیا کہ

گفت مالک ، مصطفیٰ را چاکرم
نیست جز سودائے اُو اندر سرم
من کہ باشم بستۂ فتراکِ اُو
بر نخیزم از حریمِ پاکِ اُو
بحر تعلیم تو آیم بر درت
خادم ملت نہ گردد، چاکرت

بادشاہِ وقت کو کہا کہ تُو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھے تعلیم دینے کے لئے تیری چوکھٹ پہ آؤں، حضور کی غلامی کو چھوڑ کر تیری غلامی اختیار کرلوں۔

توصمدیت کا یہ جو مظاہرہ مومن کی رُوح سے اس وقت ہوتا ہے جب مومن سورۂ اخلاص کی، اللہ کی توحید کی عملی قوت کو سمجھتے ہوئے اسے ایک تمدنی طاقت قرار دیتا ہے اور اسے وہ جذب کر کے اپنے اندر سمو دیتا ہے۔

جب سورۂ اخلاص کی تفسیر میں حضرت علامہ کی یہ باتیں میں نے پہلی مرتبہ پڑھیں تو آپ یقین فرمائیے کہ میں اس سے قائل ہوتا گیا کہ ٹھیک ہے { قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ o } ہم دوئی کا شکار ہیں ہم توحید کے اس پیرائے میں پورے نہیں اترتے بالکل ٹھیک ہے { اَللّٰہُ الصَّمَدُ o } ہم اللہ کی سُنت کے مطابق بے نیاز نہیں ہوئے اس دُنیا سے ایک اللہ کی نیازمندی

تو ہمیں چاہیئے ہم باقی اہل دنیا کے کیوں محتاج ہو گئے ۔

میں ابھی بے نیازی کی تفسیر پڑھ رہا تھا کہ ایکدم میرے ذہن میں آیا اور مجھے جھٹکا لگا کہلَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ کہ '' میں نے کسی کو نہیں جنا نہ مجھے کسی نے جنا''۔ کہ اقبال یہاں پہ کیا تفسیر کریں گے کیونکہ یہ اتنا نازک مقام اور اتنا حساس معاملہ ہے کہ یہاں پہ کس طرح کوئی اپنی رائے زنی کر سکتا ہے یہاں کس طرح کوئی اپنی بات کو ثبت کر سکتا ہے، یہاں کس طرح کوئی اپنا موقف پیش کر سکتا ہے کہ مومن بھی اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے متصف ہو جائے یہ کیسے ممکن ہو گا ؟ تو یہاں اقبال لکھتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عالم خواب میں حضرت سلمان فارسیؓ کی مثال دی اور یہ کہا کہ

فارغ از باب و ام و اعمام شو
ہم چوں سلماںؓ زادۂ اسلام شو

کہ تُو اپنے باپ، ماں اور چچاؤں کے نسب سے اپنے آپ کو آزاد کر دے کہ جس طرح حضرت سلمان فارسیؓ سے کسی نے آ کے پوچھا اے سلمان آپ کا نام و نسب کیا ہے آپ کا خاندان کیا ہے آپ کا (background) کیا ہے تو حضرت سلمان فارسی نے فرمایا میرا نام و نسب مٹ گیا ہے، میرا کوئی background نہیں ہے اب میرا نام و نسب میرے باپ دادا میرے جد آباء، میری نسل وہ فقط اور فقط یہی ہے کہ ''سلمان ابن اسلام''۔ اب میں فرزندِ اسلام ہوں میری تمام نسبتیں ختم



ہو گئیں ہیں ۔

کہ سلمان کی طرح اپنے آپ کو اسلام کا فرزند بنا دیں یہ ہے کہ سلمان کے بیٹے سے اگر جا کے کوئی پوچھتا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد کیا ہیں تو سلمان کا بیٹا بھی یہ جواب دیتا ہے کہ میرا باپ اسلام ہے میں فرزند اسلام ہوں ۔ {لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ o}

اور پھر ہمیں اقبال یہ کہتا ہے کہ

؎ قوم تو از رنگ وخوں بالاتر است

نسل، خون، قومیت ۔ تیری ملت ان سے بہت بلند تر ہے ۔

میرے بھائیو اور بزرگو! بدقسمتی سے آج جس معاشرے میں ہم بیٹھے ہیں یہاں پہ ایک سامراج ہم پر مسلط رہا جس نے ہمارے اندر یہ تقسیم ڈالی قومیت کو نے برتری اور فروغ دیا اس نے کہا تم اعلیٰ قوم سے تعلق رکھتے ہو، تم اچھی قوم سے تعلق رکھتے ہو، تمھارا اعلیٰ نسب ہو گیا ہے یہ ملک ہے، یہ خان ہے، یہ چوہدری ہے، یہ مہر ہے، یہ سردار ہے، یہ نواب ہے، یہ فلاں ہے، اور یہ کمی ہے یہ موچی ہے یہ نائی ہے انھیں اپنے منصب سے گرا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ اقبال یہ اس ملت میں جہالت ہو رہی ہے ۔

؎ قوم تو از رنگ خوں بالاتر است

کہ جب یہ قوم رنگ اور نسل میں بٹ جائے گی اس وقت اس کا جنازہ نکل جائے گا اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہو گا اور میرے وہ بھائی

اور بزرگ جنھیں یہ طعنہ دیا جاتا ہے آپ کمّی ہیں چھوٹی اور نچلی ذاتوں سے ہیں میں آج آپ کو ببانگ دُہل بتانا چاہتا ہوں کہ مصطفیٰ کریم ﷺ کی شریعت میں، مصطفیٰ کریم ﷺ کے دین میں اس طرح کی کوئی خرافات موجودنہیں ہیں مَیں یہ اعلان کرتا ہوں اور آپ کو یہ دعوت دیتا ہوں آپ کو کہ اُٹھیے اور اس نسلی برتری کے خلاف، نسلی وقومی تفاخر کے خلاف آج مجھے بھی اعلانِ بغاوت کرنا ہے آج آپ کو بھی اعلانِ بغاوت کرنا ہے اور جو مصطفیٰ کریم ﷺ سے اپنی محبت کا دعوی کرتا ہے جو مصطفیٰ کریم ﷺ سے اپنے عشق کا دعوی کرتا ہے یہ سب سے پہلے نام نہاد بڑی ذات والے پر لازم ہے کہ وہ جا کے لوگوں کو بتائے کہ ہم اولادِ آدم ہیں، ہم ایک نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں، ہم ایک خدا کی توحید پہ ایمان یقین رکھتے ہیں اور ہم ایک ہی باپ کی جد سے پیدا ہوئے ہیں اس لیے بطور انسان ہمارے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے کوئی بڑی ذات نہیں ہے کوئی چھوٹی ذات نہیں ہے۔ میں علماء کی موجودگی میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پہ نسلی تفاخر کو مسئلہ توحید کے ساتھ منسوب کیا۔ آپ خطبہ حجۃ الوداع میں دیکھیں نسلی تفاخر کا مسئلہ حضور نے مسئلہ توحید سے جدا کر کے بیان نہیں کیا حضور نے کہا

{ یَا اَیُّھَا النَّاسُ علیٰ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ } ''اے لوگو تمھارا رب ایک ہے''۔ (توحید بیان کی)



{ وَاِنَّ آبَاءُکُمْ وَاحِدٌ } ''اور تم سب ایک ہی باپ کی جد سے پیدا کیے گئے ہو''۔ (نسلی برابری کے جملے کو گزشتہ جملۂ توحید ست پیوست بیان کیا) ۔تمھارا خدا ایک ہے، تمھارا باپ ایک ہے اس لیے

{ الا لافضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علی عربی } ''کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری نہیں ہے اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر''۔

{ ولا لاحمر علیٰ اسود ولا اسود علیٰ احمر }

''کسی گورے کو کالے پہ فضیلت نہیں ہے کسی کالے کو گورے پر فضیلت نہیں ہے''۔

{ الا بالتقوی } اگر کسی کی فضیلت ہے اور برتری ہے تو صرف اس کی جو اللہ کی ذات پر تقویٰ اور یقین رکھتا ہے۔

اس لیے اگر آپ قومیت یا نسلی تفاخر کے معاملہ کو توحید سے جدا کر کے دیکھیں گے تو ہم گمراہ ہو جائیں گے۔ ہم ایک خدا کو مانتے ہیں، ہم سبھی ایک جیسے ہیں رُتبہ اس کا بلند ہوگا جو تقویٰ میں بلند ہوگا جو تقویٰ میں بلند نہیں ہے وہ نام نہاد اعلیٰ نسل کا انسان بھی کمّی ہوگا اور اگر کمّی 'جسے آپ کمّی کہتے ہیں مَیں نہیں کہتا' کا تقویٰ بلند ہے وہ اعلیٰ ذات کا ہوگا۔ اللہ کی بارگاہ میں یہ معیار ہے۔ نسلی تفاخر کے معاملہ کا واحد حل یہی نعرہ ہے جو تحریک پاکستان میں بلند کیا گیا تھا کہ

''تیرا میرا رشتہ کیا۔۔۔لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ''

اللہ کے دین میں نسلی تفاخر کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ جب

حضرت ابو بکر صدیق h ،حضرت فاروقِ اعظم h اور بڑے بڑے سردارانِ قریش میں سے جید صحابہ حضرت بلال حبشی ص کو جب کو بلاتے ہیں تو یہ کہتے {اَلْبِلَالُ ھُوَ سَیِّدُ نَا} ’’وہ بلال جو ہمارا سردار ہے‘‘ اور جس دن حضرت بلال حبشی h انتقال فرماتے ہیں اس دن حضرت عمر ٹپ ٹپ آنسو بہا کے روتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آج دُنیا سے ہمارا آقا اٹھ گیا ہے، آج دُنیا سے ہمارا سردار اُٹھ گیا ہے۔ یہ تعلق تھا ہمارے اسلاف کا دین کے ساتھ ان میں نسلی تفاخر جیسی خرافات نہیں تھیں اور صدیقِ اکبر ص اقبال کو یہی فرماتے ہیں؛

ے قوم تو از رنگ خوں بالاتر است

{لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ} کے ماننے والو تم کیوں اس صفت سے متصف نہیں ہوتے، تم کیوں فرزندِ اسلام نہیں بنتے، تمھارے بیٹے فرزندِ اسلام نہیں بنتے، نام و نسب کی اس جاہلیت کی زنجیر کو تم اپنے پاؤں سے اُتار کیوں نہیں دیتے، اسے تم توڑ کیوں نہیں دیتے اپنے پاؤں سے۔ ہمارے لیے مسئلۂ توحید ایک تہذیبی و تمدنی حیثیت رکھتا ہے جس کو بدقسمتی سے ہم نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور پھر سیّدنا صدیق اکبر h فرماتے ہیں کہ

گر نسب را جزوِ مِلّت کردۂ
رخنہ درکارِ اخوّت کردۂ

اقبال! بتا دو لوگوں کو اگر نسب کو تم نے جز و ملت کر دیا (ملت کا ایک جزو بنا دیا) تو یاد رکھو تم اپنی اخوت میں رخنا ڈال دو گے باہمی اخوت کی



دیوار میں دراڑ ڈال دو گے اس لیے اس جاہلیت کو ترک کر دو اور پھر فرماتے ہیں۔

نیست از روم و عرب پیوندِ ما
نیست پابندِ نسب پیوندِ ما
دل بہ محبوبِ حجازی بستہ ایم
زیں جہت با یک دگر پیوستہ ایم
عشق ورزی از نسب باید گذشت
ہم ز ایران و عرب باید گذشت

کہ ہم کوئی رومی قوم نہیں ہیں ہم کوئی عربی قوم نہیں ہیں، اللہ کی ذات پہ تقویٰ رکھنے کے لیے ہمیں کسی نسب سے متعلقہ ہونا ضروری نہیں ہے، عرب کے سردار بھی اللہ سے اپنا تعلق قائم کرتے جاتے تھے اور حبشہ کے غلام بھی اللہ سے تعلق قائم کرتے جاتے تھے اور پھر فرماتے ہیں :

ہر کہ پا در بندِ اقلیم و جَدْ است
بے خبر از لم یلد، لم یولد است

جس نے بھی اپنے پاؤں آباؤ اجداد کے نسلی تفاخر میں پھنسایا ہوا ہے اسے سورۃ اخلاص کا پتہ ہی نہیں، سورۃ اخلاص سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

{وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ o} ’’اللہ دل کا کوئی ہمسر نہیں‘‘۔

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ o کی عملی تفسیر اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ

قصرِ مدائن کے در و دیوار سے جا کے پوچھیے کہ جب یزدگرد کا تخت یہاں پہ لگا تھا، فوجوں کے پہرے لگے تھے، مخملین قالین بچھائے گئے تھے، زیورات اور جواہرات سے لدے اور بھرے پردے دیواروں پہ لٹک رہے تھے، اطلس و کمخاب سے بُنیں چادریں بچھائی گئیں تھیں اور معرکۂ قادسیہ کے شروع ہونے سے پہلے یہاں پہ کچھ جانثار آئے تھے جو اللہ کی صفتِ صمدیت سے متصف تھے، جو اللہ کی صفت {وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ o} کی تفسیر کو اپنے سینوں میں سجائے آئے تھے اے قصر مدائن کے در و دیوار! ہمیں بتاؤ وہ اس بادشاہ کے سامنے جب آئے تھے تو ان کے لباس پھٹے ہوئے تھے، ان کے چہروں پہ گرد اَٹی تھی، دریدہ دامن تھے، شکستہ حال تھے، ان کے ہاتھوں میں پرانے نیزے، پرانی برچھیاں تھیں وہ جب یہاں آئے تمھارے درباریوں نے جس طرح ان کے لباس کا، ان کی چال ڈھال کا، ان کے بولنے کا مذاق اُڑایا تھا۔ قصر مدائن کے در و دیوار! ہمیں وہ بھی بتاؤ جس یکتائی کے ساتھ، جس بے نیازی کے ساتھ، جس جرأت کے ساتھ، جس بہادری کے ساتھ وہ مومن شہنشائے روم یزدگرد سے مخاطب ہو رہے تھے ان کا لب و لہجہ کیا تھا، ان کا احساسِ بیاں اور ان کا اندازِ بیاں کیا تھا؟ کیا یہ سچ نہیں کہ وہ اس بات سے بے نیاز تھے کہ ہم شہنشاہِ رُوم کے سامنے کھڑے ہیں، وہ اس بات سے بے نیاز تھے کہ ہم اشتراکی قوت کے سامنے کھڑے ہیں، وہ اس بات سے بے نیاز تھے کہ ہم کسی امریکی



سامراج کے سامنے کھڑے ہیں، وہ اس بات سے بے نیاز تھے کہ ہم کسی اسرائیلی قوت کے سامنے کھڑے ہیں، انھوں نے ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہو کر گفتگو کی تھی وہ گفتگو یہ بتاتی تھی کہ یزدگرد تم بادشاہی کا دعویٰ کرتے ہو، ہمیں عرب کے بدو کہتے ہو، تاریخ یہ بتا دے گی کہ عرب کے بدو اصلاً بادشاہ تھے وہ روم کے شہنشاہ اصلاً بدو تھے کیوں یہ عشق کے سکھائے ہوئے ہیں اور تم عشق سے بے خبر ہو، یہ توحید کے دامن کو پکڑے ہوئے، توحید کے پرچم کو اٹھائے ہوئے ہیں تم توحید سے باغی ہو، تم خود تکبر کا اور خدائی کا دعوی کرتے ہو اس لیے یہ ہمسری جو اس کا کوئی ہمسر نہیں ہوتا اللہ کا کوئی ہمسر نہیں ہے اور مومن جب اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے نکلتا ہے پھر کوئی بادشاہ اس کے سامنے آجائے، کوئی طاقت اس کے سامنے آجائے بادشاہ کے سامنے ان کا سر جھک نہیں سکتا۔ مومن کا سر اس کے سامنے سرنگوں نہیں ہو سکتا۔

اور یاد کیجیے میرے سیاست کے طالب علم دوستو! جب نواب زادہ لیاقت علی خان کو امریکہ کے دورے پر گئے لیاقت علی خان نے واضح مؤقف اختیار کیا کہ ہم کبھی بھی اسرائیل کو تسلیم نہیں کریں گے تو یہودیوں نے ایک بہت بڑی دعوت کی نواب زادہ لیاقت علی خان کی۔ تو دعوت میں ایک بندے نے کھڑے ہو کے عزرائیل کا مقدمہ پریزنٹ (Preasent) کیا اور انھوں نے کہا کہ ''جنابِ وزیرِ اعظم (لیاقت علی خان) آپ اسرائیل کو تسلیم کر لیجیے آپ کو یہ مراعات دیں گے آپ کو

وہ مراعات دیں گے آپ کو یہ سہولت دیں گے آپ کو وہ سہولت دیں گے''۔ ان کی تمام آفرز سن چکے تو نواب زادہ لیاقت علی خان اٹھے انھوں نے کہا

''Gentelmen! Our soul are not for sale''

یاد رکھو ہم اپنی روحوں کو امریکہ میں فروخت کرنے کے لیے نہیں آئے تم جتنی مراعات ہمیں دے دو ہم فلسطینیوں کے خون سے مراعات کا سودا نہیں کریں گے (Our soul are not for sale) ہماری روحیں فروخت کے لیے نہیں ہیں۔ مومن کے من میں یہ قوت ہوتی ہے کہ اس کے سامنے کوئی طاقتور بیٹھا ہو، اس کے سامنے کوئی بادشاہ بیٹھا ہو، اس کے سامنے کوئی بڑے سے بڑا آدمی بیٹھا ہو وہ کسی کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتا وہ کسی کو اپنا ہم پلہ نہیں سمجھتا وہ اسی کو ہم پلہ سمجھتا ہے جس کا یقین اللہ کی توحید پہ قائم ہوتا ہے جس کا یقین اللہ کی وحدانیت پر قائم ہوتا ہے۔

رشتۂ با لم یکن باید قوی
تا تو در اقوامِ بے ہمتا شوی

میرے بھائیو اور میرے بزرگو! اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین آج یہی پیغام لے کے آئی ہے کہ خدارا آئیے ان بتانِ رنگ و خوں کو، نسلی تفاخر کو اور جاہلیت کی رسومات کو توڑیے اور ان تمام چیزوں کو اپنے اندر سے باہر نکالیے ہمیں اپنا رشتہ توحید سے مضبوط کرنا ہے کہ جب توحید سے مومن کا رشتہ مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ ہمیں سلطان باھُو کی طرح



یہ درس دیتا ہے کہ

زہر سطر توحید بینی ہر حرف توحید بین
باش دائم در مطالعہ تاشو
ی حق الیقین

''کہ ہر سطر کو میں نے توحید کے پیرائے میں دیکھا ہے، ہر حرف کو میں نے توحید کے پیرائے میں دیکھا ہے، میں نے ہر بات میں توحید کا مطالعہ کیا جس سے مجھے حق الیقین کا مرتبہ نصیب ہو گیا ہے''۔

جب مومن کو توحید کا یہ راز نصیب ہوتا ہے اس کی دو کیفیتیں ہو جاتی ہیں ایک کیفیت اللہ کے سامنے ہوتی ہے ایک کیفیت دُنیا کے سامنے ہوتی ہے مومن جب اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے اور وہاں خشوع و خضوع کرتا ہے تو اللہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

ناں میں سیر ناں پا چھٹا کی ناں پوری سرساہی ھُو
ناں میں تولہ ناں میں ماسا ہن گل رتیاں تے آئی ھُو
رتی ہوئواں ونج رتیاں تُلاں اوہ بھی پوری ناہی ھُو
وزن تول پورا ونج ہوسی باھُو جداں ہوسی فضل الٰہی ھُو

وہ اپنی بقا کا معاملہ اللہ کی رحمت اور فضل سے مشروط کرتا ہے لیکن جب دُنیا میں دیکھتا ہے امراء کو، شرافاء کو، رؤسا کو، وزاراء کو، مشیران کو، طاقتوروں کو، اہل دُنیا کو، اہل ثروت کو، اہل طاقت کو، اہل جلال کو، اہل مرتبہ کو، اہل منصب کو تو کہتا ہے کہ میرے سامنے اگر

کسی کی حیثیت ہے تو وہ رب ذوالجلال کی ہے وہ انھیں مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میرے ہم پلہ، میرے ہمسر تم نہیں ہو سکتے کیوں میرا اس کی توحید پہ کامل یقین ہے اور وہ اس کی توحید پہ اس یقین کے ساتھ کہتا ہے ؛

میں شہباز کراں پروازاں وچ دریا کرم دے ھُو
زبان تاں میری کُن برابر موڑاں کم قلم دے ھُو
افلاطون ارسطو جیہیں میرے اگے کس کم دے ھُو
حاتم جیہیں لکھ کروڑاں در باھُو دے منگدے ھُو

آج ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کے اس بنیادی حکم اور بنیادی پیغام کے ساتھ کہ جہاں اللہ نے کہا

{ یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ o وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ o } (المدثر ۱: ۲، ۳)

کہ اے چادر اوڑھ کے سونے والے اٹھیے لوگوں کو ڈرائیے یہ جاہلیت میں گم ہیں یہ رسومات میں گم ہیں

یہ اُمت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

اس لیے جائیے اور انھیں اللہ کی توحید کی دعوت دیجیے، انھیں اللہ کی اطاعت کی دعوت دیجیے آج اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین اسی فریضہ کو ادا کرتے ہوئے یہ دعوت دیتی ہیں کہ آئیے میرے نوجوان ساتھیو اور بھائیو! ہم آج اللہ کے اس پرچم کو لے کے آگے بڑھیں آج



ہم اللہ کے اس پرچم تلے ایک ہو جائیں ؛

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کے تابخاکِ کاشغر

آج ہم اکٹھے ہو کر اللہ کی توحید پہ یقین رکھ کر نفسانی و شیطانی خواہشات کے بتوں کو توڑتے ہوئے آگے بڑھیں اللہ ہمارا حامی و ناصر ہوگا اور مصطفیٰ کریم ﷺ گنبد خضریٰ سے ہم پر نگاہِ رحمت و کرم رکھے ہوئے ہوں گے ۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں ۔

نسیما جانبِ بطحا گزر کن
ز احوالم محمد را خبر کن
توئی سلطان عالم یا محمد
ز روئے لطف سوئے من نظر کن
ز مہجوری برآمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم
ترحم یا نبی اللہ ترحم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

☆☆☆☆